رضوان اللہ

بعد از موت

(۴)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اسلام اور عقیدۂ احیا

دین اسلام موت اور اس کے بعد کی زندگی کے بارے میں بڑی تفصیل سے بات کرتا ہے۔ احیا چونکہ موت ہی سے متعلق ایک مسئلہ ہے، اس لیے اس کو بھی نہایت وضاحت کے ساتھ اس نے بیان کیا اور اس کے تمام مرحلوں پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ اسلام کے بنیادی ماخذ، قرآن میں اس کی جزئیات تک کو ذکر کرنے کا اس قدر اہتمام ہے کہ اس کے بارے میں کوئی سوال یا اِبہام باقی رہ جائے، یہ ممکن نہیں ہے، حتیٰ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ساری زندگی اسی کی منادی کی اور اس کو مخاطبین کے فکر اور ان کے عمل کا حصہ بنا دینے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی کہ نبی کو نبی (خبر دینے والا) کہتے ہی اس لیے ہیں کہ وہ لوگوں کو آخرت اور اس کے احوال کی خبر دیتا ہے۔ غرض یہ کہ اگر کہا جائے کہ احیا کا عقیدہ اسلام کی سب تعلیمات کا اصل ہدف اور اس کے تمام احکامات کا مرکزی نقطہ ہے تو ایسا کہنا بالکل بھی بے جا نہیں ہے۔ سو اس عقیدے کی اسلام میں یہ مرکزیت ہے جو تقاضا کرتی ہے کہ ہم بھی اس کو ذرا تفصیل سے بیان کریں۔ زیر نظر مضمون میں ہم کوشش کریں گے کہ اس کے ہر ہر پہلو کو نمایاں کریں اور تفہیم مدعا کے لیے اس کے احوال کی زمانی ترتیب کو بھی ملحوظ رکھیں اور اس بات کا بھی خصوصی طور پر خیال رکھیں کہ اس کے بیان میں انھی دلائل کا سہارا لیں جن پر سنی سنائی یا گھڑی ہوئی بات کی کوئی پھبتی چست نہ کی جا سکے۔

قرآن مجید کی روشنی میں دیکھا جائے تو زندگی اور موت کے سلسلے کو چار ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: عالَم نفوس،

عالم دنیا، عالم برزخ اور عالم حشر۔ ذیل کی آیت ان چاروں ادوار کو بہ خوبی بیان کر رہی ہے:

كَيۡفَ تَكۡفُرُوۡنَ بِاللّٰهِ وَ كُنۡتُمۡ اَمۡوَاتًا فَاَحۡيَاكُمۡ ثُمَّ يُمِيۡتُكُمۡ ثُمَّ يُحۡيِيۡكُمۡ ثُمَّ اِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ. (البقرہ ۲:۲۸)

”لوگو، (قیامت کا انکار کر کے) تم اللہ کے منکر کس طرح ہوتے ہو، دراں حالیکہ تم مردہ تھے تو اس نے تمھیں زندگی عطا فرمائی، پھر وہی مارتا ہے، اس کے بعد زندہ بھی وہی کرے گا، پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے[1]۔“

۱۔ عالم نفوس

یہ وہ دنیا ہے جس میں انسان کی ذات مادی وجود پا لینے سے پہلے مجرد حالت میں، یعنی جسم کے بغیر رکھی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آیت میں اس کے لیے 'موت' کا لفظ لایا گیا ہے۔ قرآن کے دوسرے مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ آدم سے لے کر قیامت تک جتنے لوگوں کو پیدا ہونا تھا، ان کی روحوں کو ایک ہی مرتبہ پیدا کر دیا گیا ہے[2]۔ اب ہوتا صرف یہ ہے کہ جب کسی کا دنیا میں آنا مقدّر ہو، اس وقت اس کی روح کو دنیا میں تیار ہو جانے والے مادی جسم میں پھونک دیا جاتا ہے[3]۔ گویا روحیں اُس دنیا میں بس قطار میں لگی ہوئی ہیں اور اِس دنیا میں آنے کی منتظر ہیں۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

۲۔ عالم دنیا

اس عالم سے مراد وہ دنیا ہے جس میں ہم اس وقت رہ رہے اور اپنے حواس سے اس کو محسوس کر رہے ہیں۔ یہاں کچھ عرصہ رہنے اور پھر اگلی دنیا میں چلے جانے کا ایک مسلسل عمل جو ہم دیکھ رہے ہیں، عرف عام میں اس کے لیے زندگی اور موت کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ ان میں سے جو زندگی ہے، وہ اپنی حقیقت میں مادی بھی ہوتی ہے اور روحانی بھی، اور اسی طرح موت کا معاملہ ہے۔

---

[1] مذکورہ آیت یہ بات بھی بیان کر رہی ہے کہ موت وحیات کے اس سفر سے پہلے انسانی ذات مجرد حالت میں ہوتی ہے، پھر اسے جسم کا ایک مرکب دیا جاتا ہے، سفر کے اختتام پر وہ مرکب اس سے چھین لیا جاتا اور پھر نئے سفر کے لیے نئی سواری کا انتظام کیا جاتا ہے۔ مزید یہ کہ اس سفر کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کا ہر راستہ آگے کو جانے کے لیے بنا ہے، چنانچہ روحوں کا دنیا میں واپس آنا، زندوں کو ڈرانا اور کچھ لے دے کر راضی ہو جانا، اسلام کے نزدیک باطلِ محض ہے۔

[2] الاعراف ۷:۱۷۲۔

[3] المومنون ۲۳:۱۴۔

مادی زندگی

دین اصل میں مابعد الطبیعیاتی اساس رکھتے ہیں، اس لیے مادی زندگی کیا ہے اور اس کی مادی تعبیرات کیا ہیں، بالعموم وہ ان کے بیان میں گریز کرتے ہیں۔ تاہم دین ہی کے تقاضوں کے تحت بیان ہوئی تفصیلات میں ضمنی طور پر ان کے بارے میں کچھ اشارے مل جاتے ہیں۔ قرآن میں یہی ہوا ہے۔ اس کے مطابق نطفۂ انسانی کے رحم مادر میں قرار پا جانے سے زندگی کا مادی پہلو شروع ہوتا ہے۔ بعد ازاں لوتھڑے، بوٹیوں، ہڈیوں اور گوشت پوست کے مراحل گزرتے ہیں اور اس طرح حیوانی وجود کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوا ہے:

وَلَقَدُ خَلَقُنَا الْاِنُسَانَ مِنُ سُلٰلَةٍ مِّنُ طِيُنٍ، ثُمَّ جَعَلُنٰهُ نُطُفَةً فِيُ قَرَارٍ مَّكِيُنٍ، ثُمَّ خَلَقُنَا النُّطُفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقُنَا الُعَلَقَةَ مُضُغَةً فَخَلَقُنَا الُمُضُغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوُنَا الُعِظٰمَ لَحُمًا. (المومنون ۲۳: ۱۲-۱۴)

''اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا، پھر ہم نے پانی کی ایک بوند کی شکل میں اسے ایک محفوظ مستقر میں رکھا، پھر ہم نے پانی کی اس بوند کو لوتھڑے کی شکل دی، پھر اس لوتھڑے کو بوٹی بنایا، پھر اس بوٹی میں ہڈیاں پیدا کیں، پھر ہڈیوں کو گوشت کا جامہ پہنا دیا۔''

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

روحانی زندگی

انسان کا مادی وجود جب مذکورہ بالا تمام مرحلوں سے گزر جاتا ہے تو اس میں اتنی استعداد پیدا ہو جاتی ہے کہ انسانی شخصیت کا، جو کہ ایک غیر مادی حقیقت ہے، تحمل کر سکے۔ چنانچہ فرمایا ہے:

ثُمَّ اَنُشَاۡنٰهُ خَلُقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحُسَنُ الُخٰلِقِيُنَ. (المومنون ۲۳: ۱۴)

''پھر اس کو بالکل ہی مختلف مخلوق کی شکل میں متشکل کر دیا۔ پس بڑا ہی با برکت ہے اللہ، بہترین پیدا کرنے والا۔''

آیت میں 'ثُمَّ اَنُشَاۡنٰهُ خَلُقًا آخَرَ' کے الفاظ اصل میں زندگی کی غیر طبعی جہت متعین کر رہے ہیں، جو نتیجہ ہوتی ہے انسانی جسم میں اُس روح کے پھونک دیے جانے کا کہ جس کا ذکر خدا نے اپنی طرف نسبت دیتے ہوئے ان الفاظ میں کیا ہے:

فَاِذَا سَوَّيُتُهٗ وَنَفَخُتُ فِيُهِ مِنُ رُّوُحِيُ فَقَعُوُا لَهٗ سٰجِدِيُنَ. (الحجر ۱۵: ۲۹)

''سو جب میں اس کو پورا بنا لوں اور اس میں اپنی روح میں سے پھونک دوں تو تم سب اس کے آگے سجدہ ریز ہو جانا۔''

ان آیتوں سے بہ خوبی واضح ہے کہ یہ روح یزدانی اُس طبعی اور مادی روح سے یک سر مختلف ہے جو صرف اور صرف مادی زندگی کی ضامن ہوتی ہے۔ اصل میں یہی روح ہے کہ جس کے پھونک دیے جانے سے ایک جان دار انسان ہو جاتا اور یہی ہے کہ جس کی وجہ سے وہ خدا کی شریعت کا مکلّف ٹھیرتا ہے۔ اور اگر یہ نہ ہو تو وہ اپنی حیوانی حیثیت میں چاہے زندہ ہو، مگر مردوں میں سے گنا جاتا ہے۔

مادی موت

اس کے بعد زندگی کا سفر شروع ہوتا ہے۔ وہی انسان جس نے ایک ناتواں انکھوے کے مانند آنکھ کھولی تھی، وہ وقت آتا ہے جب طاقت کا جوبن اور عقل کی اُٹھان اس سے سنبھالے نہیں سنبھلتی۔ اس کی نگاہ پاتال کی گہرائیوں میں اتر جاتی اور ہر گام آکاش کی پہنائیوں میں راہ پانے لگتا ہے۔ وہ جس طرف جانا چاہتا ہے، دھرتی اپنا سینہ چاک کیے اس کو راستہ دیتی اور ہوائیں اسے اپنے دوش پر لیے ہر سو اڑتی پھرتی ہیں۔ فلک بوس پہاڑ اس کے عزم اور حوصلے کے سامنے جھک جھک جاتے تو بحر بے کنار محض ایک کوزے کے مانند ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ قدرت کا قانون ہے کہ بحر و بر کا فاتح یہ خاکی پتلا، انتہاؤں کو چھو لینے کے بعد مائل بہ زوال ہونے لگتا ہے۔ اس کے حوصلے پست ہو جاتے، اس کی ہمت جواب دے جاتی اور اس کی ہر امنگ بے ترنگ رہ جاتی ہے۔ اور آخر کار وہ مقام آتا ہے جب موت کے سائے اس پر چھانے لگتے اور اس کی ہول ناکیاں اس کے دامن سے لپٹ کر رہ جاتی ہیں۔ قرآن کا اعلان ہے:

کُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَۃُ الۡمَوۡتِ ’’ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔‘‘

(آل عمران ۳: ۱۸۵)

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

انسان ویسے تو جسم اور جان اور ایک شخصیت سے عبارت ہے، مگر ان تینوں میں سے موت کے اترنے کی اصل جگہ اس کا جسم ہے۔ موت اترنے کا یہ عمل جب شروع ہوتا ہے تو اس کے آخری اثر کے طور پر انسان جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ گویا جسم کیا معطل ہوتا ہے جان بھی روٹھ جاتی ہے۔ اب وہ لاکھ چاہے کہ کسی طرح موت سے کنارہ کش ہو رہے، مگر اس کو زندوں کا ساتھ چھوڑنا اور آخر کار مردوں کے ہمسایہ میں جانا ہی پڑتا ہے، حالاں کہ موت کے وقت سب انصار و اعوان اس کے آس پاس جمع ہوتے اور اس کو بچانے کے تمام وسائل بھی مہیا ہوتے ہیں، مگر یہ سب کچھ دھرے کا دھرا رہ جاتا ہے۔ سر توڑ کوششوں کے باوجود اور سب کی نگاہوں کے بالکل سامنے وہ موت کے چنگل میں جا پھنستا ہے۔ کسی کی مجال نہیں ہوتی کہ موت کو شکست دے اور اس کے ظالم جبڑوں سے اس کو چھڑا لے جا سکے۔ یہ حد درجہ بے بسی اصل میں اس بات کی واضح دلیل ہوتی ہے کہ موت دینے کے اس خدائی فیصلے میں وہ سراسر

محکوم ہے اور مجبور محض ہے:

فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ، وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ، وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَ لٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ، فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ، تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ. (الواقعہ ۵۶: ۸۳-۸۷)

''(اگر تمھارا یہ گمان ہے کہ تم کسی کے محکوم نہیں) تو کیوں نہیں اس وقت کہ جب جان حلق میں پہنچتی ہے، اور تم اس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو اور ہم جان کنی میں مبتلا اس شخص سے تمھاری نسبت زیادہ قریب ہوتے ہیں، لیکن تم دیکھ نہیں پاتے، اگر تم غیر محکوم ہو تو کیوں نہیں اس جان کو لوٹا لیتے، اگر تم سچے ہو۔''

روحانی موت

انسان پر جب موت وارد ہو جاتی اور اس کے نتیجے میں جسم اور جان کا رشتہ ٹوٹ رہا ہوتا ہے تو اسی دوران میں کسی وقت اس کی روح بھی داغ مفارقت دے جاتی اور فرشتوں کے ہاتھ جا لگتی ہے۔ یہ روح یزدانی جس کو نفس، شخصیت، ہستی، ذات یا پھر کچھ بھی کہہ لیں، اس کا جسم میں داخل ہو جانا جس طرح انسان کی روحانی زندگی کی دلیل تھا، اسی طرح اس کا جسم سے نکل جانا اس کی روحانی موت کی دلیل ہو جاتا ہے:

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِىْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ. (الانعام ۶: ۹۳)

''اور کبھی تم دیکھتے، جب یہ ظالم موت کی بے ہوشی میں ہوں گے اور فرشتے ہاتھ بڑھائے ہوئے مطالبہ کر رہے ہوں گے کہ لاؤ، اپنی جانیں ہمارے حوالے کر دو۔''

فرشتے نفس انسانی کو اس وقت نکالتے ہیں جب کوئی حالت نزع میں ہوتا ہے، یہ بات تو واضح ہے، اس کے ساتھ ضمنی، مگر موضوع سے متعلق مزید کچھ باتیں بھی اس آیت سے سامنے آتی ہیں۔ مثال کے طور پر فرشتوں کا 'اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ' کہنا کہ اپنا نفس ہمارے حوالے کر دو، ظاہر ہے اسی صورت میں صحیح ہو سکتا ہے جب ہم کچھ باتوں کو تسلیم کریں: پہلی یہ کہ انسانی جان اس کے نفس سے علیحدہ شے ہے، اسی لیے تو نفس کے نکالنے میں وہ فرشتوں کی مخاطَب ہے۔ دوسرے یہ کہ نفس کا جسم میں داخل ہونا اور نکلنا، مادی موت اور زندگی سے متصل ضرور ہوتا ہے، مگر یہ انسان کے جینے اور مرنے کی دلیل نہیں ہوتا۔ تیسرے یہ کہ نفس ہی دین کا اصل مخاطب ہے کہ جس وقت یہ جسم و جان سے رشتہ توڑنے جاتا ہے تو ساتھ ہی امتحان کا دورانیہ ختم اور غیب کے پردے اٹھنے لگتے ہیں۔

۳۔ عالم برزخ

موت کے بعد کیا معاملہ ہوتا ہے؟ قرآن کی رو سے ایسا نہیں ہے کہ انسان مر کے مٹی ہو جاتا اور قصہ تمام ہو جاتا ہو، بلکہ اس کو اب ایک نئے سفر پر جانا ہوتا ہے کہ جس کی ہر راہ اسے رب العٰلمین کی طرف لیے جاتی ہے:

كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ، وَ قِيْلَ مَنْ رَاقٍ، وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ، وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ، اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِنِ الْمَسَاقُ.
(القیٰمہ ۷۵: ۲۶-۳۰)

’’(نہیں، تم اس کو نہیں جھٹلا سکتے)، ہرگز نہیں، اُس دن، جب جان ہنسلی میں آ پھنسے گی اور کہا جائے گا کہ اب کون ہے جھاڑنے والا؟ اور وہ (مرنے والا) سمجھ لے گا کہ اب چل چلاؤ کا وقت ہوا، اور پنڈلی پنڈلی سے لپٹ جائے گی، وہ دن تیرے رب کی طرف جانے کا دن ہوگا۔‘‘

اس سفر میں روح پر کیا گزرتی ہے؟ ہم وضاحت سے بیان کر چکے ہیں کہ عقیدۂ احیا کے مطابق یوں نہیں ہوتا کہ یہ روح خدا سے جا ملے یا گھاس پھوس اور حیوان کے جسم کو اپنا مسکن بنا لے، بلکہ اس کو اُس وقت تک کے لیے ایک خاص دنیا میں جگہ دی جاتی ہے، جب تک سب مردوں کی زندگی اور ان کی جزا و سزا کا مرحلہ نہیں آ جاتا۔ اسلامی اصطلاح میں اس عالم کو جس میں مردے اکٹھے کیے جاتے ہیں، ’برزخ‘ کہا جاتا ہے اور یہ موت اور زندگی کے سلسلے کا تیسرا عالم ہے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

یہودیت اور مسیحیت کی بیان کردہ Sheol اور یونانیوں کے ہاں پائی جانے والی Hades کی اصطلاحات، عالم برزخ کا تصور یہ دیتی ہیں کہ یہ پاتال میں قائم کوئی دنیا ہے۔ لیکن قرآن مجید نے ہمارے لیے برزخ کے مقام کا تعین کیا اور نہ اس کی تفصیلات بیان کی ہیں، اس کی وجہ نہایت معقول ہے۔ اول تو اس مقام کا تعین کیا جائے، اس کی ضرورت ہی کیا ہے؟ کیونکہ دین میں اصل مقصود برزخی زندگی کا شعور دینا ہے نہ کہ اس کے جغرافیے اور محل وقوع کی تفصیلات کو بیان کرنا۔ دوسرے یہ کہ برزخ ایک ایسا عالم ہے کہ جس کے اصول ہماری دنیا کے اصولوں سے یک سر مختلف ہیں۔ اب اس عالم کی تفصیلات بیان کرنے سے کیا فائدہ کہ جس کی حقیقت کو ہم پا سکیں اور نہ کچھ اس کا ادراک ہی کر سکیں۔

تاہم، ’برزخ‘ کا لفظ جو فارسی لفظ ’پردہ‘ کا معرّب ہے، ہمیں یہ ضرور بتاتا ہے کہ یہ دنیا کہیں بھی پائی جائے، بہرحال، ہم سے اوٹ میں ہے۔ نیز یہ بھی اس لفظ کے مفہوم ہی کا لحاظ ہے کہ قرآن نے اُس دنیا کو ایک روک قرار دیا

ہے جو مردوں کو ہماری اِس دنیا میں واپس نہیں آنے دیتی۔ بیان ہوا ہے کہ مرنے کے بعد جب کچھ لوگ تمنا کریں گے کہ اس دنیا میں لوٹ آئیں تو ان کو دوٹوک انداز میں جواب دیا جائے گا:

کَلَّا اِنَّھَا کَلِمَۃٌ ھُوَ قَآئِلُھَا، وَمِنْ وَّرَآئِھِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ. (المومنون ۲۳: ۱۰۰)

''ہرگز نہیں، (یہ نہیں ہوسکتا) یہ تو ایک (حسرت بھرا) کلمہ ہے جسے وہ کہے گا، ورنہ ان کے آگے ایک پردہ ہے اس دن تک کے لیے، جب وہ اٹھائے جائیں گے۔''

آیت میں 'اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ' کے الفاظ واضح طور پر اشارہ کر رہے ہیں کہ مردوں کو برزخ میں جمع کرنے کا عمل اُس وقت تک جاری رہے گا جب تک سب مردوں کو اٹھا کر کھڑا نہیں کر دیا جاتا۔ ہونے کو تو یہ بھی ہوسکتا تھا کہ جس کسی کو موت آن لیتی، اس کی عدالت فوراً لگا دی جاتی، عملوں کا ناپ تول ہوتا اور اس کی کامیابی اور ناکامی کا فیصلہ سنا دیا جاتا، مگر ایسا کچھ نہیں ہوا اور یہ ساری کارروائی آخر وقت تک کے لیے مؤخر کر دی گئی، کیونکہ اس طرح، جیسا کہ ہم نے عقیدۂ تناسخ کا رد کرتے ہوئے بیان کیا، بہت سے وہ عمل جو موت کے بعد بھی اپنے اثرات چھوڑ جاتے ہیں، انھیں مقدمے کی کارروائی میں زیر بحث لانے کی کوئی صورت نہ ہوتی۔ چنانچہ پروردگار عالم کی صفت عدل اور اس کی بے پایاں رحمت کا بدیہی تقاضا ہوا کہ لوگوں کے فیصلوں کو اس وقت تک مؤخر کر دیا جائے جب تک مقدمے کا ہر فریق اپنے اپنے عمل اور اس کے اثرات ونتائج کے ساتھ وہاں حاضری کے قابل نہ ہو جائے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

عالم برزخ میں لوگوں کے ساتھ تین طرح سے معاملہ کیا جائے گا:

ایک وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں نیکی بھی کرتے رہے اور بدی میں بھی ملوث رہے۔ نیکی اور بدی کے اس اختلاط کی وجہ سے ان کا معاملہ ایسا نہیں ہوگا کہ ان کے بارے میں کوئی فیصلہ دیا جاسکے۔ ضروری ہوگا کہ اس طرح کے لوگوں کے لیے ترازو کھڑے کیے جائیں اور ان کا باقاعدہ حساب ہو۔ چنانچہ ان کو حساب کے وقت، یعنی قیامت تک کے لیے بس سلا دیا جائے گا۔

دوسرے وہ ہوں گے جنھوں نے خدا سے اپنا تعلق صحیح طور پر قائم کیے رکھا، حتیٰ کہ اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے وہ آخری حد تک گئے ہوں گے۔ ان کے معاملے میں کوئی ابہام نہیں ہوگا کہ ان کا حساب پوچھنے اور ان کی نیکیوں اور بدیوں کو تولنے کی ضرورت ہو، چنانچہ ان کو ایک طرح کا ثواب دینے کا عمل برزخ ہی میں شروع کر دیا جائے گا۔ مثال کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ساتھی جنھوں نے خدا کے ساتھ باندھے ہوئے عہد وفاداری کو

خوب نبھایا اور اس کی خاطر اپنی جان تک کی پروانہ کی، قرآن نے ان کی برزخی زندگی کی تصویر کچھ یوں کھینچی ہے:

وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ قُتِلُوۡا فِیۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتًا، بَلۡ اَحۡيَآءٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ يُرۡزَقُوۡنَ. (اٰل عمران ۳:۱۶۹)

''جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے، انھیں ہرگز مردہ خیال نہ کرو۔ (وہ مردہ نہیں)، بلکہ اپنے پروردگار کے حضور زندہ ہیں، انھیں روزی مل رہی ہے۔''

تیسرے وہ لوگ ہوں گے جن کی خدا سے بغاوت، اس کے سامنے تکبر اور اس کے بتائے ہوئے حدود سے سرکشی اس قدر واضح ہوگی کہ ضروری نہیں ہوگا کہ ان کا حساب کتاب لیا جائے، چنانچہ ان پر برزخ ہی میں ایک طرح کا عذاب شروع کر دیا جائے گا۔ جیسا کہ قرآن مجید نے فرعون اور اس کے ہم نواؤں کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے:

وَحَاقَ بِاٰلِ فِرۡعَوۡنَ سُوۡٓءُ الۡعَذَابِ، اَلنَّارُ يُعۡرَضُوۡنَ عَلَيۡهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا. (المومن ۴۰:۴۵-۴۶)

''اور فرعون کے ساتھی بدترین عذاب کے پھیرے میں آ گئے، دوزخ کی آگ ہے جس پر صبح و شام وہ پیش کیے جاتے ہیں۔''

برزخ میں دی جانے والی زندگی کس نوعیت کی ہوگی؟ قرآن کا بیان ہے کہ یہ عالم نفوس ہی کی طرح، یعنی جسم کے بغیر ایک طرح کی زندگی ہوگی۔[4] اس میں ہماری روح ویسے ہی شعور اور احساس کی مالک ہوگی، جیسا شعور اور احساس ہمیں نیند اور خواب کی حالت میں ہوا کرتا ہے۔ نیز یہ حالت اس وقت تک قائم رہے گی جب تک برزخ سے اگلا مرحلہ آ جاتا اور اس کے لیے صور نہیں پھونک دیا جاتا۔ برزخی حیات کے ان دونوں پہلوؤں کا بیان ذیل کی آیت میں اس طرح ہوا ہے:

وَنُفِخَ فِی الصُّوۡرِ فَاِذَا هُمۡ مِّنَ الۡاَجۡدَاثِ اِلٰی رَبِّهِمۡ يَنۡسِلُوۡنَ قَالُوۡا يٰوَيۡلَنَا مَنۡۢ بَعَثَنَا مِنۡ مَّرۡقَدِنَا هٰذَا. (يٰسٓ ۳۶:۵۱-۵۲)

''اور جب صور پھونک دیا جائے گا تو وہ یکا یک قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف چل پڑیں گے، اور کہیں گے: ہائے ہماری بدبختی، یہ ہماری خواب گاہوں سے ہمیں کون اٹھا لایا ہے۔''

[باقی]

---

[4] البقرہ ۲:۲۸۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org